مولانا عزیز زبیدی۔ وار برٹن

قومِ نوحؑ ــــ قرآنِ کریم کے آئینہ میں

◎

قومِ نوح کا مسکن، مولد اور سرزمین، عرب ہے بعض علماء کا کہنا ہے کہ دجلہ اور فرات کے مابین جو علاقہ ہے، وہی اس کا مولد اور مسکن ہے۔

قرآنِ حمید نے ذکرِ اقوام میں، اقوامِ عالم کے نسلی اور جغرافیائی خاکے اور سوانح بیان نہیں کیے کیونکہ خدا کے ہاں ان کی بابت کوئی پرسش نہیں ہوگی اور نہ ہی اس میں بندہ کے کسب و عمل کا کوئی دخل ہے۔ اس لیے ہمیشہ قوموں کے کیر بکیٹر اور کردار پر اس کی نگاہ رہی ہے اور جب کبھی ان کو تولا ہے تو اسی ترازو میں تولا ہے، اور انہی پیمانوں سے ان کو ناپا ہے۔

قومِ نوح میں انبیاء۔

حضرت نوح علیہ السلام کی طرح اور بھی کئی ایک انبیاء علیہم السلام قوم نوح میں مبعوث ہوئے

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحِ ِنِ الْمُرْسَلِينَ ۝[1] قومِ نوح نے رسولوں کو جھٹلایا۔

حضرت نوح علیہ السلام کو بھی ان کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰى قَوْمِهٖ[2] ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔

---

[1] پ ۱۹۔ الشعراء۔ ع ۶

[2] پ ۲۰۔ العنکبوت۔ ع ۲

مدّتِ تبلیغ

دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں تو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ، قومِ نوح کی اصلاح کے لیے انہوں نے کتنی کتنی عمریں کھپائیں، لیکن حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق قرآنِ کریم نے انکشاف کیا ہے کہ انہوں نے ان کو سیدھی راہ پر لانے کے لیے تقریباً ساڑھے نو سو سال کام کیا تھا:

فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا [۱] تو وہ پچاس برس کم ہزار سال ان میں رہے۔

لیکن......

لیکن ان اولو العزم مسیحاؤں کی مسیحائی ان کے کچھ کام نہ آئی اور معدودے چند افراد کے سوا اور کوئی بھی ایمان نہ لایا۔

وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ۝ [۲] تھوڑے سے افراد کے سوا آپ کے ساتھ اور کوئی ایمان نہ لایا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ:

"ان کی تعداد اسّی مرد یا کم و بیش تھی۔" [۳]

مزید کی توقع بھی نہیں رہی تھی

جتنے ایمان لا چکے تھے، آخر دم تک اتنے ہی رہے۔ بعد میں بھی ان میں مزید اضافہ کی کوئی توقع نہیں رہی تھی:

وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ اور ان کی اکثریت ایمان لانے والی تھی بھی نہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام مایوس ہو کر بولے:

وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ [۴] (الٰہی) ان سے جو نسل چلے گی وہ بھی سب بدکردار اور کٹر کافر ہی ہوں گے۔

---

[۱] پ۲۰۔ العنکبوت۔ ع۲ [۲] پ۱۲۔ ہود۔ ع۴

[۳] عثمانی [۴] پ۲۹۔ نوح۔ ع۲

بلکہ یہ دوسروں کو بھی لے ڈوبیں گے۔

اِنَّكَ اِنۡ تَذَرۡهُمۡ يُضِلُّوۡا عِبَادَكَ[1] (خدایا!) یہ پکی بات ہے کہ اگر تو نے ان کو (زندہ) چھوڑا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ ہی کرینگے

ان آیات کریمہ اور پیغمبرِ خدا کی مایوسیوں کے اظہار سے معلوم ہوتا ہے کہ قومِ نوح میں حاملینِ حق کی تعداد اور ان کی جمعیت کم تھی، بد اور منکرینِ حق کی زیادہ تھی۔ اور تقریباً ہر زمانہ میں یہی حال اور یہی نسبت رہی ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں، اپنے گرد و پیش نظر ڈال کر دیکھ لیجئے، سب جگہ یہی سماں طاری نظر آئے گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ سوچتے ہوں گے کہ بات کیا ہے، وہ ایسے کیوں نکلے؟ بات یہ ہے کہ ان کے کام ہی کچھ ایسے تھے۔ کردار کا سیرت پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ قومِ نوح کی ذہنی اور عملی کیفیت کیا تھی۔ ان کی زندگی کے تانے بانے اور طول و عرض کی کیا نوعیت تھی اور اپنی افتادِ طبع کے لحاظ سے وہ انسانیت سے زیادہ قریب تھی یا بہیمیت سے؟ مندرجہ ذیل سطور میں آپ اس کی اجمالی تصویر اور خاکہ ملاحظہ فرمائیں۔

بت پرستی

قومِ نوح کی یہ عادت تھی کہ جیتے جی تو اللہ والوں کی ایک نہیں سنتی تھی۔ جب وہ اللہ سے جا ملتے تو انہیں خدا اور مشکل کشا بنا ڈالتی تھی۔ جب تک پیشانی غیر داغدار رہتی۔ غیروں کے آستانوں کے لیے وقف رہتی۔ جب داغدار ہو کر کوڑھی ہو جاتی تو خدا کے حضور پیش کر دی جاتی۔ چنانچہ انہوں نے ایک دوسرے کو بت پرستی پر ثابت قدم رہنے کی وصیت کرتے ہوئے کہا کہ:

لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمۡ[2] (بھائیو) اپنے خداؤں کو نہ چھوڑیو۔

چند دیوتا

قرآن کریم نے ان کے ان دیوتاؤں کا بھی ذکر کیا ہے جن کی یہ لوگ پوجا کیا کرتے تھے:

---

[1] پ۲۹۔ نوح۔ ع ۲ [2] ایضاً

وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝[1]
(خاصکر) ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو نہ چھوڑیو۔

دراصل بت پرستی، خدا نافہمی اور مقامِ آدمیت سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔

ان کی پختہ زنّاری

انبیاءِ کرام علیہم السلام کی دعوت اور پاک زندگی میں بلا کی کشش ہوتی ہے، سوز اور اخلاص کا مرقع ہوتی ہے۔ مگر افسوس! یہ قوم اور ہی سخت جان نکلی، حضرت نوح علیہ السلام کی دوا اور دعا کی ساری کوششیں ساحل سے ٹکرائیں اور پلٹ گئیں۔ انہوں نے آپ کی ایک نہ سنی۔ بلکہ آپ کو یہ ٹکا سا جواب دے ڈالا کہ:

فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝[2]
(جا جا میاں!) اگر تو سچا ہے تو وہ ہم پر دے مار جس کی (دن رات) تو ہمیں دھمکیاں دیتا رہتا ہے

حضرت نوح علیہ السلام نے ان کی یہ پختہ زناری دیکھ کر رب کے حضور میں فریاد کی:

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْآ إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝
الٰہی! کافروں میں سے ایک بھی روئے زمین پر (زندہ) نہ چھوڑیو۔ اگر تو نے ان کو (زندہ) چھوڑا (تو) یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور جو جنیں گے وہ بھی بدکار اور رکٹے کافر ہی ہوں گے۔

عجیب سا جواب

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے اپیل کی کہ:

لَا تَعْبُدُوْآ إِلَّا اللّٰهَ ؕ إِنِّيْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝
خدا کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کیا کرو۔ مجھ کو تمہاری نسبت ایک دردناک دن کے عذاب

[1] پ۲۹۔ نوح۔ ع ۲ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] پ۱۲۔ ہود۔ ع ۳

کا بڑا ہی ڈر لگتا ہے۔

تو قوم کے رہنماؤں نے جواب دیا:

مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا [1] ہم کو تو تم ہمارے جیسے بشر ہی دکھلائی دیتے ہو

غور فرمائیے! اس جواب کو آپ کی اپیل سے کیا نسبت اور کیا تُک ہے۔؟

فسق و فجور کی مستی

ایک انسان مشرک اور کافر ہونے کے باوجود شریف ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے لیکن ان کی شومیٔ قسمت دیکھیے کہ مشرک ہونے کے ساتھ ساتھ غنڈے اور بدمعاش بھی تھے۔ بات افراد کی نہیں پوری قوم کی ہے۔ فرمایا:

وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ [2] بہتیرے ان میں فاسق ہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ [3] اور (ان سے) پہلے (ہم) قوم نوح کو (ہلاک کر چکے تھے) اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ فاسق و فاجر قوم تھی۔

بڑی ہی ظالم اور سرکش

یہ قوم بڑی ہی ظالم اور بڑی ہی سرکش تھی۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ۝ [4] اور اس سے پہلے قوم نوح کو (بھی باقی نہ چھوڑا) یقین کیجیے! یہ قوم بڑی ہی ظالم اور بہت ہی سرکش تھی۔

---

[1] پ ۱۲۔ ہود۔ ع ۳ [2] پ ۲۷۔ الحدید۔ ع ۴

[3] پ ۲۷۔ الذاریات۔ ع ۲۔ [4] پ ۲۷۔ النجم۔ ع ۳

تکذیبِ آیات وانبیاء

اللہ کی کتابوں اور اس کے پاک رسولوں کو جھٹلانا۔ عموماً سرکشوں کا شیوہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ قوم اس میں بھی پیش پیش تھی۔

اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۱ وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ ۲ (حضرت) نوحؑ کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔

حضرت نوحؑ کو بھی جھٹلایا:

فَكَذَّبُوْهُ ۳ تو انہوں نے اس کو جھٹلایا۔

چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے اس کی شکایت بھی کی:

رَبِّ اِنَّ قَوْمِىْ كَذَّبُوْنِ ۝ ۴ میرے رب! مجھے میری قوم نے جھٹلایا۔

چنانچہ اس کی پاداش میں اس کو دھر لیا گیا:

وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اور قوم نوحؑ نے بھی جب رسولوں کو جھٹلایا

اَغْرَقْنٰهُمْ ۵ تو ہم نے اس کو غرق کر دیا۔

نافرمانوں کا اتباع

سچی رہنمائی (آیات الٰہی) اور سچے رہنماؤں (انبیاء کرام) کی تکذیب جس قوم کی گھٹی میں پڑ جاتی ہے وہ کبھی بھی ساحلِ عافیت سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔ پاک لوگوں سے کٹنے کے بعد ایسی قوم پھر نابکار لوگوں کی قیادت میں ہی چلی جاتی ہے۔ چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور دل کھول کر ڈٹ کر، اکڑ کر اور تن کر پاک رسولوں کی تکذیب کی۔ پھر یہاں سے اٹھے اور خدا کے نافرمانوں اور دھن دولت والوں کے پیچھے جا کھڑے ہوئے۔

---

۱ پ۸۔ الاعراف۔ ع۸ ۲ پ۱۹۔ الشعراء۔ ع۶ ۳ پ۸۔ الاعراف۔ ع۸
۴ ایضاً ۵ پ۸۔ الاعراف۔ ع۸

رَبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ؎۱

الٰہی! ان لوگوں نے میرا کہا نہیں مانا اور ان لوگوں کا اتباع کیا جن کو ان کے مال اور ان کی اولاد نے صرف گھاٹے میں ڈالا

یہ عام بیماری ہے کہ دنیا دھن دولت والوں کا احترام کرتی ہے۔ اللہ والوں کی کوئی نہیں سنتا دیکھ لیجیے:

جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ؎۲

انہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر سخت گیر اور دشمنِ (خدا) کے کلمہ پر چلتے رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا کہ ان کی تو کسی نے نہ سنی، لیکن:

فَاتَّبَعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ ؎۳

انہوں نے فرعون کے ہر حکم کا اتباع کیا۔

آہ! یہی کچھ آج ہو رہا ہے۔ اہلِ دل اور اکابرِ دین کی تو کوئی نہیں سنتا۔ اگر سنی جاتی ہے تو صرف ان کی، جن کے ہاتھ میں لٹھ اور جیب میں پیسے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

تقلیدِ آباء

ایک اور روگ جو ان کو گھن کی طرح کھا گیا تھا، وہ آباء و اجداد کی اندھی تقلید اور ان کی رسوماتِ باطلہ کی پیروی تھی۔ اس نے تو ان سے نیکی کی استعداد اور توفیقِ خیر بھی چھین لی تھی۔ جب کبھی ان کے سامنے حق کی کوئی بات رکھی جاتی تو وہ ہمیشہ یہ کہہ کر اسے ٹھکرا دیتے کہ:

"خدا جانے! یہ باتیں کہاں سے نکال کر لے آتے ہو۔ آخر باپ دادا ہمارے بھی تو ہیں انہوں نے تو ہمیں کبھی کوئی ایسی بات نہیں سنائی۔ دراصل تم ہمیں ہمارے آباء و اجداد سے رشتے کاٹ کر پھینک دینا چاہتے ہو۔"

؎۱ پ۲۹۔ نوح۔ ع۲ ؎۲ پ۱۲۔ ھود۔ ع۵ ؎۳ پ۱۲ [redacted]د۔ ع۸

تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآءُنَا [1]

تم چاہتے ہو کہ جن کو ہمارے آباء و اجداد پوجتے چلے آتے ہیں۔ ان (کی غلامی) سے تم ہمیں روک دو۔

آباء واجداد کا جائز احترام اور ان کے مفید تجربات سے استفادہ کرنا ایک جائز ضرورت ہے۔ لیکن ان کی اندھی تقلید گناہ ہے۔ ماضی کے تجربات کی اساس پر مستقبل کی تعمیر ہوتی ہے لیکن تقلید کے محور پر ہزاروں سال گھومتے رہنے سے انسان ایک اینچ بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ تقلید خود اعتمادی کی دشمن حرکت کے خلاف ایک جارحیت، اور حرارتِ عمل کے لیے اوس سے بھی بدتر شے ہے۔ مقتدا باپ دادا ہوں یا بزرگانِ دین۔ تقلید کے میدان میں ان کی حیثیت "محاکمہ" کی ہوتی ہے۔ قرآن و حدیث کا کچھ ارشاد ہو، ان کو اعتماد اپنے پیشوا پر رہتا ہے۔ جس کو وہ قبول کرلیں۔ اس کو وہ بھی آنکھوں پر رکھ لیں گے۔ ورنہ اس کو رد کر دیں گے۔

صدائے حق سے فرار

حضرت نوح علیہ السلام جس قدر ان کو اپنی طرف بلاتے تھے۔ یہ لوگ اتنا ہی الٹا چلتے اور بھاگتے تھے۔ کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے اور منہ چھپا کر کھسک جاتے تھے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ○ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ○ وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ○ [2]

(حضرت نوح نے) کہا الٰہی میں نے اپنی قوم کو رات کے وقت بھی پکارا اور دن کے وقت بھی (بلایا) تو میرے بلانے کا ان پر یہ اثر ہوا کہ جتنا زیادہ بلایا اتنا ہی زیادہ بھاگے اور جب میں نے ان کو بلایا کہ (یہ تیری طرف رجوع ہوں اور) تو ان کے گناہ معاف فرمائے، انہوں

---

[1] پ ۱۳۔ ابراہیم۔ ع ۲ [2] پ ۲۹۔ نوح۔ ع ۱

نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھوس لیں اور (اوپر سے) اپنے کپڑے اوڑھ لیے (کہ ان کو میری صورت دکھائی نہ دے۔) اور ضد کی اور شیخی میں آکر اکڑ بیٹھے۔

یہ ذہنیت کفار اور متکبرین میں قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتی ہے۔ صدائے حق کے سامنے تن جاتے ہیں یا کوسوں دور بھاگنے کی کرتے ہیں۔ دوسرے مقام پر اسی ذہنیت کی یوں تصویر کھینچی ہے:۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ○ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ○ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ○ [1]

تو اب ان کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ نصیحت سے روگردانی کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ جنگلی گدھے ہیں (اور) شیر (کی صورت) سے بدک کر بھاگتے ہیں

گدھے کی فطرت ہے کہ اگر وہ وحشی اور جنگلی ہے تو وہ بدک کر بھاگے گا۔ اگر غیر وحشی اور پالتو ہے تو جب اس کو آگے کی طرف کھینچو گے تو وہ پیچھے کی طرف گرے گا۔ تن جائے گا۔ اکڑے گا۔ بعینہٖ یہی کیفیت ان کی ہے۔

مادہ پرستی

مادیات سے بے نیازی ناممکن ہے۔ لیکن ایسا انہماک کہ ان کے پرے خدا بھی نظر نہ آئے۔ بہت بڑی کافری ہے۔ مگر آہ! قوم نوح بھی اسی خوف الذکر مرض میں مبتلا تھی۔ خود خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ (پسرِ نوح) نے اس میدان میں جو کردار پیش کیا وہ اس کی پوری پوری نشان دہی کرتا ہے۔

بدکرداروں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لیے بھپرا ہوا سیلاب بلا اور طوفان اٹھا اور خدا کا غضب بن کر ساری آبادی پر چھا گیا۔ مگر افسوس! اس وقت بھی اس کی نگاہ مادی وسائل پر ہی لگی رہی اور اپنے شفیق باپ اور پاک نبی کو یہ کورا سا جواب دے ڈالا۔

---

[1] پ ۲۹۔ المدثر۔ ع ۲

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادٰى نُوْحُ نِ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ○ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ط قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ط وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ○ [1]

اور کشتی ان کو پہاڑ جیسی موجوں میں لیے جا رہی تھی اور (حضرت) نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ ان سے الگ تھا کہ بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کا ساتھ چھوڑ دے۔ وہ بولا کہ میں کسی پہاڑ کی پناہ لے لونگا۔ (حضرت) نوح نے کہا آج اللہ کے قہر سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہ خود مہربانی کرے اور باپ بیٹے یہ باتیں کر رہے تھے کہ) دونوں کے درمیان میں ایک موج آحائل ہوئی (اور) دوسروں کے ساتھ اس کو بھی غرق کر دیا گیا۔

یہ حادثہ بے خبری میں پیش نہیں آیا تھا بلکہ مدتوں پہلے علاقہ بھر میں اس کی دھوم تھی۔ مگر آہ! جب اللہ کے قہر کی بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے ان کو نظر آئے۔ اس وقت بھی انہوں نے مادی وسائل پر تکیہ کیا۔ اور حق مثال نے ان کفار کے سلسلہ میں جس مایوسی کا اظہار کیا تھا۔ وہ بات آخر سچی ہو کر رہی۔

دیوانگی اور سادہ لوحی کا الزام

ہر داعیٔ حق اور اہلِ بصیرت پر فساق اور دشمنانِ عقل نے، پاگل پن، سادہ لوحی اور دیوانگی کا الزام لگایا ہے کہ یہ پچھلے وقتوں کے لوگ ہیں۔ ان کو موجودہ پیچیدگیوں اور جدید تقاضوں کا کیا پتہ؟ بہر حال یہ الزام حضرت نوح علیہ السلام پر بھی لگایا گیا، کہا:

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ○ [2]

ہو نہ ہو لس یہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہو گیا ہے۔ سو ایک وقت (خاص) تک اس (کے انجام) کا انتظار کرو۔

[1] پ۱۲۔ ہود۔ ع ۴ [2] پ۱۸۔ المومنون۔ ع ۲

ان کی ان گستاخانہ حرکتوں کو دیکھ کر آپ کے دل سے ہوک اٹھتی ہے اور بیساختہ ان کی زبان سے یہ فریاد نکل جاتی ہے:۔

رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ ۝ ^۱ الٰہی انہوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے (اب) تو ہی میری مدد فرما۔

(باقی آئندہ)

کاش انساں کے دل میں غمِ انساں ہوتا

از عبدالرحمٰن عاجزؔ مالیر کوٹلوی رحمانیہ دارالکتب لائلپور

ذکر تیرا مری تسکیں کا ساماں ہوتا
کاش یوں دردِ دلِ زار کا درماں ہوتا

میں کچھ اس طرح تری راہ میں قرباں ہوتا
جو مجھے دیکھتا انگشت بدنداں ہوتا

دیکھ کر شوقِ مدینہ میں تڑپنا میرا
کوئی خنداں، کوئی حیراں، کوئی گریاں ہوتا

اہلِ دولت جو ادا کرتے حقوقِ فقراء
فقر دولت سے نہ یوں دست و گریباں ہوتا

بوئے الفت سے مہک اٹھتا چمن زارِ حیات
کاش انساں کے دل میں غمِ انساں ہوتا

یوں الجھتا نہ مسلماں سے مسلماں کوئی
گر مسلمان حقیقت میں مسلماں ہوتا

یہ فسادات کے طوفان نہ اٹھتے ہرگز
تو اگر وقفِ رہِ سنت و قرآں ہوتا

ہوتی سو جان سے دنیا ترے قدموں پہ نثار
یوں نہ دنیا پہ اگر دل ترا قرباں ہوتا

آج بھی ہوتی جہانبانی ترے قدموں میں
تو اگر طارقؓ و خالدؓ سا مسلماں ہوتا

یاد ہوتا تجھے اے دل، جو کہیں یومِ حساب
زندگی بھر نہ کبھی مائلِ عصیاں ہوتا

سامنے ہوتا اگر موت کا نقشہ عاجزؔ
آدمی شوکتِ دنیا پہ نہ نازاں ہوتا۔